Md Minhajuddin **D. B. COLLEGE, JAYNAGAR.**

Guest Teacher, Department of Urdu. **LNMU, DARBHANG (BIHAR)**

میؔر کی شاعری

(۱)

خدائے سخن میر تقی میؔر کا شمار اردو کے عظیم المرتبت شاعروں میں ہوتا ہے، انہوں نے اردو فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کی اور یکساں طور پر مقبول ہوئے ، بلکہ اردو شاعری میں انہیں زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ میر تقی میؔر اردو شاعری کا اہم ستون ہیں، انہیں شہنشاہ غزل بھی کہا جاتا ہے۔ جب کبھی اردو کی غزلیہ شاعری میں استاد شعرا کا ذکر آئے گا میؔر کا نام سرفہرست ہوگا، اردو کا شاید ہی کوئی بڑا شاعر ہو جس نے میؔر کی تقلید نہ کیا ہو۔ بقول غالبؔ:

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میؔر نہیں

میؔر کی شاعری کا پس منظر ان کی زندگی اور ان کا عہد ہے، میؔر جس عہد میں دلی آئے وہ مغل سلطنت کے زوال کا آغاز تھا، انہوں نے نہ صرف اپنی آنکھوں سے اس زوال کا مشاہدہ کیا بلکہ متاثر بھی ہوئے، دلی سے دربدر ہوئے آخری عمر میں دلی سے ہجرت کرنے پر مجبور بھی ہوئے۔ میؔر کا عہد سیاسی، سماجی، معاشی اور اقتصادی اعتبار سے انتشار کا زمانہ تھا، ملک اور قوم کا شیرازہ بکھر رہا تھا، ہر طرف خاص طور سے دلی میں افراتفری کا ماحول تھا۔ دلی پر بیرونی حملہ آوروں کا حملہ لگاتار ہوتا رہا، دلی کو کئی بار لوٹا گیا، عوام اور خواص ہر طبقہ متاثر ہوا۔ دلی اقتصادی بدحالی کا شکار ہو چکا تھا، یہ سب میؔر کی نظروں نے خود دیکھا۔ وہیں میؔر کی زندگی پر نظر ڈالیں تو ہمیشہ مصائب والائم سے دوچار رہی ہے، بچپن میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، سوتیلے بھائی کی بے اعتنائی، معاشی بدحالی اور بے روزگاری کے باعث اپنے شہر آگرہ کو چھوڑ کر دلی آنا پڑا، یہاں بھی انہیں کبھی سکون میسر نہیں آیا، کبھی حالات تو کبھی خود کے ضمیر اور خودداری نے بے روزگا کیا۔ کبھی خوشحال رہے تو کبھی اقتصادی و معاشی بدحالی کا شکار رہے۔ غرض کہ میؔر دلی کی تباہی کے محض تماشائی نہیں تھے بلکہ وہ خود اس تباہ حال معاشرے کا ایک حصہ تھے۔ میؔر نے اس ماحول کے اثرات شدت سے محسوس کئے، ان کی غزلوں میں اس تباہی کے نقوش ملتے ہیں۔ لٹے ہوئے شہر، اجڑی ہوئی بستی، بجھے ہوئے دل کے حالات، زمانے

کے گرد وغبار، زندگی کے نشیب وفراز کو کو میؔر نے اپنی شاعری کا رنگ عطا کیا ہے۔ بقول شخصے کہ "میؔر کی شاعری دل اور دلی کا مرثیہ ہے"۔ میؔر خود کہتے ہیں:

دلی جو اک شہر تھا عالم میں انتخاب　　رہتے تھے منتخب ہی جہاں روزگار کے
جس کو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا　　ہم رہنے والے ہیں اسی اجڑے دیار کے

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے　　یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

مجھ کو شاعر نہ کہو میؔر کہ صاحب میں نے　　درد و غم کتنے کئے جمع تو دیوان کیا

میؔر نے اپنی زندگی میں جن حالات کا سامنا کیا، انہیں ہی اپنی شاعری کا موضوع بنا لیا۔ میؔر کی شاعری تاریخ کے وہ اہم دستاویزات ہیں جو ان کے عہد کی سیاسی و معاشی حالات و واقعات کی شہادت دیتے ہیں۔ میر کی شاعری کا پس منظر بیان کرتے ہوئے پروفیسر احتشام حسین لکھتے ہیں:

"میؔر نے ایک ایسے عالم کی اپنے دل میں تخلیق کی تھی جس میں زندگی کی ساری رعنائیاں ان کے لئے معدوم ہو چکی تھیں۔ ان کے چمن میں اگر پھول کھلتے تھے تو اس لئے کہ مرجھا جائیں، یہی دنیا ان کے باہر بھی تھی۔ کیوں کی مغل سلطنت اس طرح سے تباہ ہو رہی تھی کہ اب اس کے سلجھنے کی امید نہیں کی جا سکتی تھی۔ میر کی شاعری میں اس زندگی کی دلدوز اور دلچسپ تصویریں ملتی ہیں۔ کہیں کہیں تو اس وقت کے واقعات کی طرف صاف اشارے بھی دکھائی پڑتے ہیں، مگر زیادہ تر اس ماحول کی عکاسی کی گئی ہے جو سماجی انحطاط کے نتیجے میں پیدا ہو رہا تھا۔"

(اردو ادب کی تنقیدی تاریخ؛ ص۔۷۰)

میؔر کی شاعری زوال احساس اور انسانی الم کے مظہر ہیں، ان کی شاعری میں غم اور الم کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، یہ غم میؔر کا ذاتی غم بھی تھا اور یہی ان کے عہد کے انسان کا غم بھی تھا، میر کا کمال ہے کہ انہوں نے غم جاناں کو غم دوراں بنا دیا اور غم دوراں کو غم جاناں بنا کر شاعری کے قالب میں ڈھالا ہے۔

نہ مل میؔر، اب کے امیروں سے تو　　ہوئے ہیں فقیر ان کی دولت سے ہم

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم　　اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہ

؎ ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

اپنے ماحول کے علاوہ میرؔ انسانی نفسیات اور کیفیات کا بھی احساس رکھتے ہیں، ان کا قوت مشاہدہ زبردست ہے۔ افکار کی بلندی، مشاہدات کی وسعت اور پرواز تخیل میرؔ کو ایک فلسفیانہ رخ عطا کرتے ہیں، ہم جسے غیر معمولی سمجھ کر نظرانداز کر دیتے ہیں میرؔ اسی سے اپنی شاعری کے لئے غیر معمولی فضا تیار کر لیتے ہیں۔

؎ ہستی اپنی حباب کی سی ہے یہ نمائش سراب کی سی ہے

؎ قامت خمیدہ، رنگ شکستہ، بدن نزار تیرا تو میرؔ غم میں عجب حال ہوگیا

جہاں تک میرؔ کے فن کا تعلق ہے میرؔ شروع سے اپنی الگ راہ نکالتے نظر آتے ہیں، جس زمانے میں ایک طرف فارسی شاعری کے زیر اثر اردو شعراء رعایت لفظی اور ایہام گوئی کو اختیار کر رہے تھے اور دوسری طرف ولیؔ کے زیر اثر عوامی زبان میں شاعری ہو رہی تھی میرؔ نے اپنا طرز اختیار کیا۔ میرؔ ایک خوش فکر شاعر ہیں، وہ روایت کے پاسدار بھی ہیں اور جدید لہجے کے علمبردار بھی ہیں، ان کے یہاں اگر تقلید ہے تو اجتہاد کی شان بھی ہے۔ میرؔ کی شاعری میں جس قدر مٹھاس ہے اسی طرح تلخی اور طنز بھی ہے، دلی جذبات کی نازک اور پرجوش مصوری میرؔ کا ہی کمال فن ہے۔

میرؔ قادر الکلام شاعر ہیں، ان کا ذخیرۂ الفاظ دوسرے شعرا کے مقابلے زیادہ ہے، میر کا کمال ہے کہ مانوس الفاظ سے نامانوس مفہوم پیدا کر دیتے ہیں، میرؔ لفظوں کے مزاج سے واقف ہیں، وہ معانی کے نہایت نازک فرق کو بھی سمجھتا ہے۔ میرؔ نے عام بول چال کی زبان کو ایسے سلیقے سے استعمال کیا ہے کہ وہ شاعری کی زبان بن گئی ہے۔

؎ مریض عشق پر رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

؎ وصل و ہجراں یہ جو دو منزل ہیں راہ عشق کی دل غریب ان میں خدا جانے کہاں مارا گیا

میر کی شاعری کا ایک حصہ وہ ہے جس میں رعایت لفظی بھی ہے اور تشبیہوں کی ندرت بھی، لب و لہجہ پاکیزہ اور بیان شایستہ ہے۔

؎ کھلنا کم کم کلی نے سیکھا اس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے

؎ نازکی اس کے لب کی کیا کہیے پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

؎ میرؔ صاحب زمانہ نازک ہے دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار

اجمال میں تفصیل میؔر کا خاص ہنر ہے، وہ کسی نہایت وسیع ،شدید اور بے پناہ احساس کے صرف ایک گوشے سے نقاب اٹھاتا ہے اور پوری تصویر سامنے آجاتی ہے۔اس لئے میر کے کلام میں ایجاز کا اعجاز جتنی بھرپور قوت سے ظاہر ہوتا ہے وہ اردو کے کسی دوسرے شاعر کے یہاں نہیں ملتا۔

؎ وصل اس کا خدا نصیب کرے　　　　میؔر جی چاہتا ہے کیا کیا کچھ

☆☆☆☆☆

قسط جاری۔۔۔۔۔۔۔

بحوالہ:

میر تقی میؔر؛ از نثار احمد فاروقی

اردو ادب کی تنقیدی تاریخ؛ از سید احتشام حسین